☆مسجد نبویؐ میں صحابہؓ کا غم واندوہ میں نڈھال ہونا۔حضرت ابوبکرؓ کا خطبہ اور اسلام کا سب سے پہلا بلکہ واحد اجماع۔سقیفۂ بنوساعدہ۔

☆ عمر شریف بحساب نظام شمسی وقمری۔ ورثہ۔حدیث ماتر کناہ صدقة۔

☆ شمائل نبویؐ کی ایک جھلک ۔محمدؐ مفلح۔کتاب کا خاتمہ۔

کتاب کے آخر میں اسماء ، مقامات اور غزوات کا اشاریہ ہے۔کتابیات کے بعد سب سے آخر میں امامِ جماعتِ احمدیہ کے علاوہ آٹھ افراد کی رائیں بھی پیش کی گئی ہیں۔

اپنے مباحث کے اعتبار سے یہ کتاب بہت وقعت رکھتی ہے۔ پوری کتاب میں سوائے لفظ ’خاتم النبیین‘ کی تشریح کے کہیں بھی عقیدۂ اسلامی سے انحراف نہیں ہے ۔ اسلام کے بہت سے احکام کی علّت و غایت سمجھنے کے لیے یہ کتاب بہت مفید ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کئی علمائے کرام بشمول مولانا سید سلیمان ندویؒ ، مولانا عبد الماجد دریابادیؒ اور ادارۂ ’معارف‘ نے اس کے حق میں رائے دی ہے۔منصور پوری اور شبلی کی کتبِ سیرت سے اس کتاب کا موازنہ کیا جائے تو کہا جاسکتا ہے کہ منصور پوری کی ’رحمۃ للعالمین‘ میں رسول گرامی ﷺ کی قرآنی سیرت اجاگر کی گئی ہے،شبلی کی ’سیرۃ النبی‘ میں حدیثی صفات کا مفصل بیان ہے، جب کہ زیر مطالعہ کتاب ’ سیرت خاتم النبیین‘ میں فقہی ،منطقی اور کلامی بحثوں پر خصوصی توجہ دی گئی ہے۔تینوں کتابیں اپنی اپنی جگہ قابل مطالعہ ہیں۔

آخر میں کتاب کے تسمیہ سے واقع ہونے والے خود تضادی (paradox) کی طرف اشارہ کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے۔ قادیانی حضور ﷺ کو خاتم النبیین تسلیم نہیں کرتے، اس لیے وہ قرآن کے لفظ خاتم النبیین (الاحزاب:۴۰) کی خود ساختہ تشریح کرتے ہیں [۵]۔مصنف نے کتاب کا نام ’ سیرت خاتم النبیین‘ رکھ کر دراصل مسلمانوں کو دھوکہ دینے کی کوشش کی ہے۔مصنفِ کتاب مرزا بشیر احمد قادیانی فرقہ سے تعلق رکھتے ہیں، جو مرزا غلام احمد قادیانی کو نبی مانتے ہیں۔کسی شخص کا دعویٔ نبوت دو

باتوں میں سے ایک کو مستلزم ہے۔ اگر وہ سچا نبی ہے تو اس کے نہ ماننے والے کافر ہیں اور اگر وہ جھوٹا نبی ہے تو اس کے ماننے والے کافر۔ اس کلیہ کے تحت قادیانی تمام مسلمانوں کو کافر مانتے ہیں۔ یہی سبب ہے کہ مرزا بشیر احمد نے اپنی کتاب کی پہلی جلد کی اشاعتِ اول (۱۹۲۰ئ) میں علامہ شبلی مرحوم کو ایک جگہ 'آنجہانی' لکھا ہے (ص:۸)۔ لیکن جب رابطہ عالم اسلامی اور حکومت پاکستان نے انہیں غیر مسلم قرار دیا[۶] تو 'سیرت خاتم النبیین' کے ترمیم شدہ ایڈیشنوں میں سے 'آنجہانی' کا لفظ نکال دیا گیا۔

کتاب کی زبان اوسط درجہ کی ہے، جس میں کہیں کہیں پنجابی لہجہ نمایاں ہے۔

حواشی و مراجع

۱۔ 'سیرۃ النبیؐ' کی پہلی جلد ۱۹۱۸ء میں اور آخری (ششم) جلد تقریباً ۱۹۳۷ء میں اشاعت پذیر ہوئی۔ جلد ہفتم سید سلیمان ندویؒ کی وفات کے بعد سید صباح الدین عبدالرحمٰن نے مرتب فرمائی ہے۔

۲۔ 'رحمۃ للعالمین' کی پہلی جلد ۱۹۱۲ء میں اور آخری (سوم) جلد ۱۹۳۲ء میں مصنف کے انتقال کے بعد شائع ہوئی۔ اس پر علامہ سید سلیمان ندویؒ کا مقدمہ ہے۔

۳۔ 'اصح السیر' پہلی بار ستمبر ۱۹۳۲ء میں منصۂ شہود پر جلوہ گر ہوئی۔

۴۔ ڈاکٹر محمد حمید اللہ مرحوم نے 'صحیفہ ہمام بن منبہ' طبع چہارم، ۱۹۵۶ئ، مطبوعہ حیدر آباد میں مقوقس اور نجاشی کے نام لکھے گئے اصل خطوط کی نقل شامل کی ہے۔

۵۔ ملاحظہ ہو صفحہ ۱۰، کتاب طبع جدید۔

۶۔ ماخوذ از The Journal of Rabitat-al-Alam-al-Islami، شمارہ ۳ جنوری ۱۹۷۵ء مطابق محرم ۱۳۹۵ھ۔

☆☆☆

ثمرات الحیاۃ۔تصوف کے موضوع پر ایک اہم تصنیف

ڈاکٹر محمد امین عامرؔ

عہدِ عالم گیری (۱۶۵۸ـ۱۷۰۷ئ) میں جو علمائ،فضلائ، ادباء اور شعراء امورِ سلطنت سے وابستہ تھے ان میں عاقل خان رازی اؔ کا اسم گرامی قابلِ ذکر ہے۔ ان کے گراں قدر فارسی آثار میں تصوف کے موضوع پر تین قیمتی تصنیفات ہیں، جن میں اولین تصنیف 'ثمرات الحیاۃ' ہے۔ زیر نظر مقالہ میں اسی تصنیف کا بالاختصار مطالعہ پیش کیا گیا ہے۔ 'ثمرات الحیاۃ' کا یہ فارسی نسخہ، جس سے استفادہ کیا گیا ہے، ایشیاٹک سوسائٹی کلکتہ کی میوزیم لائبریری میں محفوظ ہے۔ اس کے دو قلمی نسخے ہیں: ایک سوسائٹی کلکشن Ivano میں، جس کا نمبر ۱۲۷۸ ہے اور دوسرا کرزن کلکشن میں، جس کا نمبر ۴۴۸ ہے۔ ان کے علاوہ اس کتاب کے اور بھی نسخے ہیں جنھیں انڈیا آفس لائبریری (E10) مخطوطہ نمبر ۱۸۹۶، برٹش میوزیم (C.Rieu) لائبریری مخطوطہ نمبر ۱۰۹۱، کلکتہ مدرسہ لائبریری (Madr) مخطوطہ نمبر ۱۱۸، ٹیپو سلطان لائبریری میسور (C.Stewart) مخطوطہ نمبر ۷۷، لٹن ضمیمہ مولانا آزاد لائبریری، علی گڑھ، شمارہ ۱۰۶ اور سالار جنگ میوزیم حیدرآباد مخطوطہ نمبر ۳۸ میں ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔ راقم الحروف نے ان میں سے ایشیاٹک سوسائٹی والے کرزن کلکشن مخطوطہ فارسی شمارہ ۴۴۸ میں مندرج موضوعات کو بحث کا موضوع بنایا ہے۔

زیر مطالعہ کتاب کی تالیف سے متعلق مؤلف کا یہ قطعہ ملاحظہ ہو ؎

ایہا الکاینات این ثمرات
چون شدہ وارد از مخیّل الغیب
سال ترتیب آن خرد گفتا

ثمرۃ الحیات بیشک وریب ۲؎
۱۵۹۱ - ۵۳۸ = ۱۰۵۳

قطعہ مذکور کے آخری مصرع سے ۱۵۹۱ کے عدد سے اگر ۵۳۸ کے عدد کو تفریق کر دیا جائے تو حاصل تفریق ۱۰۵۳ کا عدد بنتا ہے، جو دراصل کتاب کا سالِ تصنیف ہے۔ اس نسخہ کے دو حصے ہیں: اول حصہ نوباوہ ۱۰۵۳ھ مطابق ۱۶۴۳ء میں مکمل ہوا، جب کہ دوسرے حصہ کی تکمیل رازی نے ۲۶ سال کی عمر میں کی، جیسا کہ ذیل کی عبارت سے وضاحت ہوتی ہے:

''نوباوہ دیگر از ثمرات الحیاۃ وخوشۂ آخر از ثمرات البرکات بہ حکم الامور مرہونہ باوقاتہا بہ مقتضای موانع بشریت بعد از انقضای مدت از اصل معانی در فصل ثانی در نخلستان عبارت شگفتہ و باسند سابقہ صورت وصل پذیرفت''۔ ۳؎

(ثمرات کا یہ دوسرا حصہ حکمِ الٰہی کے مطابق تمام بشری تقاضوں اور رکاوٹوں کو دوُر کرنے کے بعد چند مدتوں کے دوران سابقہ صورت کے ربط و تسلسل اور سند کے ساتھ اصلی صورت میں نمودار ہوا۔)

تصوف کے موضوع پر یہ کتاب رازی کی ایک وقیع تصنیف ہے، جس میں اس نے اپنے پیر و مرشد حضرت برہان الدین راز الٰہی ۴؎ کے فرمودات اور نصائح کو جمع کیا ہے۔ اس کے علاوہ آدابِ تصوف اور اس کے اصول سے بحث کرتے ہوئے دیگر صوفیانِ عظام کے اقوال و فرامین نیز حسب موقع و مناسبت آیاتِ کلام اللہ اور اس کی تفسیر اور احادیث نبوی ﷺ اور دیگر تاریخ ساز شخصیتوں اور صوفیہ کے احوال و کوائف بھی اجمالاً درج کیے گئے ہیں۔

ثمرات الحیاۃ اکہتر (۷۱) اوراق پر مشتمل ہے۔ اس کا آغاز رب ذوالجلال والاکرام کی تعریف و توصیف سے ہوتا ہے۔ اس کے بعد مؤلف حضرت شیخ برہان الدین کی خدمت میں شرفِ حضوری اور ان سے شاگردی کی سعادت حاصل کرنے کا یوں

تذکرہ کرتا ہے:

''چون این فقیر کثیر التقصیر شرف از سعادت ملازمت حضرت ہدایت پناہ ولایت دستگاہ شیخ الزماں .... حجت الطریقت والحقیقت برہان الحق والدین یافت وشعشۂ جمال عدیم المثال آن خرشید نظیر بر مرأت ضمیر این حقیر تافت۔'' (ثمرہ،۱۔۲)

(یہ حقیر فقیر جو بے انتہا خطا وار اور گنہ گار ہے، اس نے شیخِ زمانہ کے در کی حضوری کی سعادت سے بہرہ ور ہوکر اور طریقت و حقیقت کے علَم بردار اور دین حق کی دلیل اور اس کے بے مثال جمال نورانی کے پرتو سے اپنے آئینۂ ضمیر کو روشن کیا۔)

ثمرات الحیاۃ کے سببِ تالیف اور اس کی وجہِ تسمیہ سے متعلق بھی رازی نے وضاحت کردی ہے۔ (ثمرہ ورق ۱۔۲)

ثمرات میں جو مباحث درج ہیں ان کے پیش نظر آیاتِ کلام اللہ اور احادیث نبوی کو پیش کیا گیا ہے اور جہاں کہیں سلف صالحین کے فرمودات ہیں، وہاں بطور علامت لفظ 'ثمرہٗ' سے انھیں ممیّز کیا گیا ہے۔ اس مجموعہ میں جہاں بھی لفظ 'حضرت ایشان' استعمال کیا گیا ہے اس سے مراد حضرت برہان الدین راز الٰہی کی ذات گرامی ہے اور جہاں 'حضرت شیخ' کا لفظ مستعمل ہے، اس سے مقصود حضرت شیخ عیسیٰ قدس اللہ تعالیٰ سرّہٗ کی ذاتِ بابرکات ہے، جنھوں نے راہِ تصوف و سلوک میں حضرت شیخ برہان الدین رحمۃ اللہ علیہ کی رہ نمائی فرمائی۔ (ثمرات، ورق ۲)

تصوف کے اس مجموعہ میں ایک سو بارہ (۱۱۲) مقامات پر لفظ 'ثمرہٗ' کے عنوان کے تحت حضرت برہان الدین راز الٰہی اور دیگر بزرگانِ دین کے فرمودات قلم بند کیے گئے ہیں۔ لفظ 'بیت' کے ذیلی عنوان کے تحت اڑسٹھ (۶۸) مقامات پر فارسی اشعار پیش کیے گئے ہیں، نیز لفظ 'شعر' کے تحت مزید اڑسٹھ (۶۸) مقامات پر شعر و سخن کے گل دستے بکھیرے گئے ہیں۔ اس کے علاوہ ورق چھ (۶) پر ایک قطعہ، ورق اکیاون (۵۱) پر

ایک غزل اور ورق چوّن (۵۴) پر ایک مثنوی درج کی گئی ہے۔ اس کے علاوہ حسب حال جا بہ جا آیاتِ قرآنی اور احادیثِ رسول کے اندراج سے اس مجموعہ کو زینت بخشی گئی ہے اور مختلف دینی مسائل واحکام نیز اہل علم سے متعلق عبرت آموز واقعات بھی تبلیغ واشاعتِ دین نیز اصلاحِ امت کے مقاصد سے اس میں جمع کردیے گئے ہیں، جن سے مجموعہ کی دینی، علمی، مذہبی اور ادبی اہمیت کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

رسالے کا سب سے پہلا فرمودہ حضرت برہان الدین راز الٰہی کا ہے، جو ادب سے متعلق ہے۔ حضرت فرماتے ہیں:

"میفرمودند ہرجا ادب نیست فیض نیست چہ ابلیس کہ مذموم است واز فیض لا متناہی الٰہی محروم ہم از ترک ادب است"۔ (ورق، ۲۔۳)

یہ کتنا گراں قدر اور مبنی برحقیقت قول ہے کہ فیض وہی شخص حاصل کرسکتا ہے جو باادب ہو۔ بے ادب ہرگز فیض سے بہرہ ور نہیں ہوسکتا، جیسا کہ شیطان کی مثال پیش کی گئی ہے کہ بارگاہِ خداوندی میں اس نے بے ادبی اور گستاخی کا مظاہرہ کیا اور نتیجتاً فیض الٰہی سے محروم ہوکر ذلیل وخوار ہوا۔ اس لیے کسی سے کچھ حاصل کرنے کے لیے پہلے اس کے آگے زانوئے ادب تہہ کرنا ہوگا، تبھی سعادت وخوش بختی قدم بوس ہوگی، ورنہ نہیں۔ درج ذیل بیت کے ذریعہ اس مفہوم کو مزید واضح کیا گیا ہے۔

از خدا جوئیم توفیق ادب
بی ادب محروم ماند از لطف رب
بی ادب تنہا نخود را داشت بد
بلکہ آتش در ہمہ آفاق زد (ورق، ۳)

یعنی حضرت راز الٰہی خدا سے ادب کی توفیق طلب کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں کہ بے ادب خدا کے انعامات واکرام سے محروم رہتا ہے اور وہ اپنی اس گستاخی اور بداخلاقی کے ذریعہ صرف اپنی ذات کا نقصان نہیں کرتا، بلکہ ایک مخلوق کو غلط پیغام پہنچاتا ہے۔

اس کے بعد نماز پنج گانہ کی اہمیت، اخلاصِ نیت اور توکل و استغنا سے متعلق

فرمودات درج ہیں۔ نیت و ارادے کے تعلق حضرت برہان الدینؒ فرماتے ہیں:

''میفرمودند عزیمت در خبر وارد است ہرگاہ بندہ مومن بصدق نیت بہ نیت عزیمت زیارۃ برادر مومن نماید ہفتاد ہزار فرشتہ مگر موافقت بستہ استدعای رحمت از حق در حق او نمایند''۔ (ورق، ۳)

یعنی صدقِ نیت اور خلوص کے ساتھ کسی بندۂ مومن کی زیارت کرنا ستّر (۷۰) ہزار فرشتوں کی دعا حاصل کرنا ہے، جو خدا سے اس کے حق میں دعائیں کرتے رہتے ہیں۔ یہاں حضرت نے خلوصِ نیت سے متعلق بحث کی ہے، جو عین اس حدیث کے مطابق ہے جو حضرت عمر بن خطابؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''**انما الاعمال بالنیات**......''۵؎ ''اعمال کا دارومدار نیت پر ہے''۔ نیز قرآن کریم کی یہ آیت بھی اس پر دلالت کرتی ہے: وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ حُنَفَاء ۔۔۔الخ۔ (البینۃ: ۵) ''ان کو یہی حکم دیا گیا تھا کہ وہ اخلاص کے ساتھ اللہ کی عبادت کریں، یکسو ہوکر''۔

حصولِ معاش سے متعلق تین طرح کے لوگوں کا تذکرہ ہے: ایک شخص وہ ہے جس کے پاس خدا کا دیا ہوا سب کچھ ہے، مگر وہ اسے مخلوق سے پوشیدہ رکھ کر اپنی غربت و افلاس کا اظہار کرتا ہے۔ ایسا شخص منافق ہے۔ دوسرا وہ شخص ہے جسے اسبابِ دنیوی حاصل ہیں اور بوقت ضرورت وہ مخلوق کے سامنے اس کا اظہار بھی کرتا ہے۔ یہ امر مناسب ہے۔ اور تیسرا وہ شخص ہے جو فقر و فاقہ میں مبتلا ہے، تاہم وہ اس کا اظہار بھی نہیں کرتا اور نہ کسی کے آگے دستِ سوال دراز کرتا ہے، بلکہ ہمیشہ اپنے فقر و غنا پر قانع رہ کر اپنے مالک کے شکر و احسان کی لذّت سے محظوظ ہوتا رہتا ہے۔ ایسا شخص سب سے بہتر ہے۔

''میفرمودند کافہ انام در صرف معاش بر سہ نوع اند یکی آنکہ عطیہ الٰہی را از خلق بپوشد...... آنکہ مجازی احوالش بفقر و فاقہ جاری باشد......شکر شربت شکر شکر راذایق''۔ (ورق، ۴)

توکل سے متعلق حضرت کا یہ قول ہے:

''میفر مودند چون بر درویش توکل کیش ابواب فتوح کشاید آنچہ خطرۂ دل و نعمال ...... ہم بمثلش محتاج شود ...... و قول شیخ ابو بکر حمدانی قدس سرّہٗ کہ در نفحات الانس مسطور است یعنی از کسی طمع نکنند و اگر چیزی بتو رسد منع نکنی چون بگیری جمع نکنی''۔ (ورق،۵)

مطلب یہ ہے کہ درویش جو توکل کیش ہوتا ہے، وہ کسی خطرہ اور احتمال سے پریشان نہیں ہوتا۔ بالفرض اس راہ میں اگر اسے کوئی اندیشہ محسوس ہو تو یہ اس کی سعادت اور اقبال مندی کی بات ہوگی۔ لیکن اگر وہ مستغنی نہیں ہے اور ان خطرات اور پریشانی سے دوچار ہونے کی اسے صلاحیت نہیں ہوئی تو اس کی حیثیت پھر ایک گداگر اور محتاج کی سی ہوجاتی ہے۔ اس لیے کہ بندہ، بندہ ہوتا ہے اور اس کے اندر فقر و احتیاج کی سی صفتِ بندگی ہوتی ہے، جب کہ بے نیازی اور استغنا خدائے تعالیٰ کی صفت ہے۔ شیخ ابو بکر حمدانی قدس سرّہٗ کے قول کے مطابق نفحات الانس میں ان امور کی تائید کی گئی ہے، یعنی درویش تین چیزوں سے عبارت ہے: اول ترکِ حرص و ہوس، دوم روکنا اور جمع کرنا یعنی کسی سے طمع نہ کرے اور اگر کوئی چیز کسی کی طرف سے آئے تو اس کے لینے سے انکار نہ کرے اور تیسرے جب وہ چیز حاصل ہوجائے تو اسے جمع نہ کرے۔

ثمرہ۔ مذہب بیزاروں اور الحاد پرستوں کی صحبت سے اجتناب کرنا چاہیے:

''میفر مودند ہر کہ مذہب اور مخالف مذاہب شما نماید صحبت و اختلاط را نشاید زیرا کہ دران مصاحبت مداہنت نمودہ آید و آن بقاعدہ اہل نفاق گرآید

بیت: نخست موعظۂ پیر صحبت این حرفست

کہ از مصاحب ناجنس احتراز کنید'' (ورق،۵)

اسی ضمن میں مجذوبوں کی صحبت سے احتراز کرنے اور انسانی ہمدردی اور اخلاق کی بنیاد پر ان کی مدد و تعاون پر ابھارا گیا ہے:

ثمرہ۔ ''میفر مودند کہ از صحبت مجاذیب نیز محترز باید اما از ہر گونہ امداد و

اعانت ایشاں بجماعت باید نمود زیرا کہ ....صورت او زہر و معنی شکر است ۔۔۔(ورق ۶)

یعنی مجذوبوں کی صحبت سے پرہیز لازمی ہے، مگر اس طائفہ کی حتی الامکان مدد اور اعانت کرتے رہنا چاہیے، اس لیے کہ مجذوب کی خدمت کرنے میں فائدہ تو ہے، مگر اس کی ہم نشینی نقصان دہ ہے۔

ثمرہ: انسان کی وجہ تسمیہ سے متعلق یہ نکتہ بیان کیا گیا کہ بھولنے کی صفت اس میں پائی جاتی ہے، اسی لیے اس کا نام انسان رکھا گیا۔ مثلاً:

''میفر مودند وجہ تسمیہ انسان آنست کہ در جبلت اوصفت نسیان است بلی ہم ازان است کہ آئیہ کریمہ فنسی آدم درشان او بیان است''۔ (ورق،۱۱)

اس ضمن میں قرآن کریم کی اس آیت سے استدلال کیا گیا ہے:

وَ لَقَدْ عَهِدْنَا إِلَى آدَمَ مِن قَبْلُ فَنَسِيَ وَ لَمْ نَجِدْ لَهُ عَزْماً ۔ (طٰہٰ:۱۱۵)

''ہم نے آدم کو پہلے ہی تاکیدی حکم دے دیا تھا، لیکن وہ بھول گیا۔ ہم نے اس کا کوئی قصد نہیں پایا''۔

اس آیت کی تفسیر میں حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ انسان کو انسان اس لیے کہا جاتا ہے کہ اسے جو حکم سب سے پہلے دیا گیا اسے وہ بھول گیا۔ ۶؎

ایک جگہ مومنین کے حق میں دعائے مغفرت کی یہ برکت بیان کی گئی ہے:

''حضرت میفر مودند درخبر است کہ ہر کہ بعد از ادای فریضہ نماز بامداد در حق مومنین و مومنات استغفار کند حق تعالیٰ ویرا از جملہ اولیا گرداند کہ ببرکت ایشان اہل زمین را رزق میرساند پس مصلّی را باید کہ بعد از نماز فجر در وقت استدعا دست برداشتہ بیست وہفت کرت بگوید اللھم اغفر للمومنین والمومنات...... الخ''۔ (ورق ۱۹)

حضرت نے ایک حدیث کے تحت یہ بیان کیا ہے کہ صبح کی نماز کے بعد مومن مردوں اور عورتوں کے حق میں ستائیس (۲۷) بار مذکورہ دعائے استغفار کا اہتمام کرنا

اپنے آپ کو جملہ اولیاء اللہ میں شمار کروانا ہے کہ ان کی برکت سے اللہ تعالیٰ تمام لوگوں کو رزق مہیا کرتا ہے۔

اس کے بعد ایک ثمرہ کے عنوان کے تحت یہ بیان کیا گیا ہے:

''میفر مودند خاموشی از تکلم مالایعنی بہتر است وکلام نافع از سکوت اولی وخلوت از صحبت جہاں و اہلِ غفلت انسب است وصحبت علمائے دین و درویش صاحب تمکین از خلوت افضل''۔ (ورق، ۲۰)

یعنی بیہودہ گوئی سے خاموشی بہتر، خاموشی سے نفع بخش کلام بہتر، جاہلوں اوراہلِ غفلت کی صحبت سے گوشہ نشینی بہتر اور عزلت پسندی سے درویشوں اور علمائے دین کی صحبت بہتر وافضل ہے۔

حالتِ اضطرار میں مردار کھانے کے مسئلہ پر حضرت کا ایک قول یوں نقل کیا گیا ہے:

''میفر مودند کہ در حالت مخمصہ مردار حلال می شود اما باید دانست کہ بموجب اختلاف طبایع حکم مخمصہ مختلفا ومتضادتست .... کما قال اللہ تعالیٰ لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفساً اِلاَّ وُسعَھَا میفر مودند کہ علامت صحت وقوع مخمصہ آنست کہ ادای نوافل ایستادہ بتواند اگر چہ فرض را در حالتِ قیام بانصرام رساند''۔ (ورق، ۲۱)

یعنی حالتِ اضطرار میں مردار حلال ہے، لیکن حالت کی تبدیلی سے اس کے احکام میں بھی فرق ہوجاتا ہے۔ مثلاً یہ کہ کوئی اپنی طاقت وتوانائی کی بنا پر تین دنوں تک فاقہ کرسکتا ہےتو وہ مردار نہ کھائے اور اگر کسی کو ایک دن سے زیادہ فاقہ کشی کی طاقت نہیں ہے تو پھراس کے بعد اسے مردار کھانے کی اجازت ہےاور فاقہ کشی چوں کہ ایک سخت عمل ہے اور بھوک کی حالت میں صبر وتحمل بھی بڑا سنگین امر ہے، لہٰذا ایسی حالت میں وہ اضطراری کیفیت سے دوچار ہے اور اپنی جان بچانے کی خاطر وہ مردار کھا سکتا ہے، جیسا کہ قرآن میں اللہ تعالیٰ نے انسان پر اپنی طاقت سے زیادہ کسی کام کا بار نہیں ڈالا ہے۔ اس ضمن میں یہ آیت پیش کی گئی ہے ''لاَ یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفساً اِلاَّ وُسعَھَا ......الخ'' (البقرۃ: ۲۸۶)۔

اس کے علاوہ حضرت کی طرف سے انسانی صحت کی یہ علامت بھی بتادی گئی ہے کہ کم از کم فرائض ونوافل کی ادائیگی وہ کھڑے ہوکر انجام دے سکتا ہے تو ایسی صورت میں اس پر حالتِ اضطراری کا حکم نہیں لگے گا اور اس کے لیے اکلِ مردار جائز نہیں ہوگا۔

اخلاص نیت کے تعلق سے حضرت کا یہ قول ہے:

''میفر مودند کہ ہر کہ برای ادای نماز جمعہ متوجہ شود و مسجدی تعین کند کہ در آنجا قاری قرآن را بالحان خوش میخواند یا خطیبی خطبہ را دلکش بمسامع مستمعان میرساند یا درویشی دران مکان ....نمازش مکروہ شود مراد آنست کہ سعی وتوجہ مصلّی مسجد خالصتاً للصّلٰوۃ باید''۔ (ورق، ۲۲)

یعنی نماز جمعہ کی خاطر مسجد جاتے وقت کسی کی نیت محض خطیب کا دل کش خطبہ اور اس کی خوش الحان قراءت سننے یا مسجد میں معتکف کسی اللہ والے کی زیارت مقصود ہو تو ایسی صورت میں اس کی نماز مکروہ ہے۔ نمازی کو صرف ادائی نماز کی خاطر نیت کو خالص کر کے مسجد کا رخ کرنا چاہیے۔

وطن سے جدائی اور ہجرت کے متعلق حضرت کا یہ قول ہے کہ مفارقتِ وطن میں بہت سے دینی فوائد حاصل ہیں۔ اگر کوئی شخص ادائی حج کی خاطر ہجرت کرنا چاہتا ہے تو اولاد اور وطن کی محبت اس کے دل سے نکل کر اسے بہت سے دینی فوائد سے مالا مال کر دیتی ہے، لیکن شرط یہ ہے کہ فقط حاجی کہلانے کی خواہش اور دنیوی مال وجاہ کی طلب اسے نہ ہو، ورنہ بجائے سعادت کے شقاوت اس کے حصہ میں آئے گی۔ یہ عبارت ملاحظہ کریں:

''میفر مودند فواید بسیار است در مفارقت وطن، زیرا کہ دل از محبت اولاد ووطن منقطع میشود .... ہر کہ بسعادۃ حج مستعد گردد وی را باید کہ خود را بجای ملقب نکند چہ صفات دینیہ را وفایدہ تحصیل اسباب دنیویہ ساختن ضلالت محض وجہالت است''۔ (ورق، ۴۳)

ایک 'ثمرہ' کے تحت حقوقِ والدین سے متعلق حضرت کا یہ ارشاد ہے کہ والدین

کے کافر ہونے کی صورت میں بھی ان کے حقوق کی رعایت کرتے ہوئے فرزند کا یہ فرض ہے کہ وہ ان کی اطاعت کرے۔ مثلاً اگر وہ سور کا گوشت مہیا کرنے اور ان کے لیے پکانے کا حکم دیں تو وہ دریغ نہ کرے، لیکن اگر وہ کھانے پر اکسائیں تو اس امر میں ان کی مخالفت کرے، کیونکہ یہ عین اطاعتِ حق ہے۔ ذیل کی عبارت ملاحظہ ہو:

''میفر مودند کہ حقوق والدین در ذمہ فرزند بمرتبہ ایست کہ اگر مادر و پدر یکی کافر باشند وفرزندان را کہ بفرمایند کہ از برای ما گوشتِ خوک بیاور بیارد .... لیکن اگر بہ اکل تکلیف کنند نخورد زیرا کہ دو اینصورت مخالفِ فرمان ایشان متضمن مطاوعت امرحق است''۔ (ورق، ۴۳)

کافر ہمسایہ کے حقوق کی ادائیگی کے بارے میں ایک 'ثمرۂ' کے تحت حضرت کا یہ ارشاد ہے کہ اس کے چار حقوق ہیں، جن میں سے ایک یہ ہے کہ اسے کوئی تکلیف نہ پہنچائی جائے۔ اور مسلمان ہمسایہ کے دو حقوق ہیں: ایک ہمسایہ ہونے کے ناطے اور دوسرے مسلمان ہونے کے ناطے۔ نیز قریبی رشتہ دار مسلمان کے حقوق اس سے بھی زیادہ ہیں: ایک ہمسائیگی، دوسرے مسلمان ہونا اور تیسرا صلہ رحمی۔ ان کا قول ہے:

''میفر مودند ہمسایہ کہ کافر است یک حق دارد و آن حق چار است اگر ایذای بوی نرسانند ۔۔۔۔۔۔ وہمسایہ کہ مسلمان است صاحب دو حق است یکی حق ہمسایگی دوم حق اسلام و ہمسایہ کہ مسلم وخویش است حقوق وی از ہمہ بیش است زیرا کہ ویرا سہ حقست یکی حق قرب جوار دوم حق اسلام سوم حق صلہ ارحام''۔ (ورق، ۲۷)

مرشد کو اپنے طالب کی کس طرح تربیت کرنی چاہیے، اس سے متعلق حضرت کا یہ قول ہے:

''فرمودند کہ مرشد را باید کہ ابتدای حال تا سہ سال بتربیت طالب رانمی توان اشتغال نماید سال اول خدمت خلق فرماید...... سال دوم در حجرہ خلوتش نشاند وبذکر وشغل مشغول گرداند سال سوم نگہدارد کہ بمقتضای

مدعای دل خود بعمل آرد و بعد از مرورسہ سال بدین منوال ظن اغلب
آنست کہ مقصود حاصل شود امابایددانست کہ قانون تربیت مریدان وطریق
سلوک سالکان اینست نہ آنکہ فتحاب ورفع حجاب محضر یربراینست''۔
(ورق،۳۱)

یعنی مرشد کو چاہیے کہ وہ طالبِ حق کو پہلے ایک سال تک خدمتِ خلق کی تعلیم دے، دوسرے ایک سال تک اسے ذکر وفکر میں مشغول رکھنے کی خاطر حجرہ نشین کر دے اور تیسرے ایک سال تک اسے اس حال میں چھوڑ دے کہ وہ خود اپنی مقصد برآری کی خاطر عمل کرے۔ اس طرح تین سالوں کے بعد وہ یہ دیکھے کہ طالب حق اپنے مقصد کو حاصل کر سکا ہے یا نہیں۔ سالکوں اور مریدوں کے مابین تعلیم وتربیت کا یہی راست اور آزمودہ طریقہ ہے، جو سودمند ہے۔

سالک کے لیے مطالعۂ کتب اور تحصیلِ دین لازمی ہے۔ اس 'ثمرہ' کے تحت حضرت شیخ کا یہ قول ہے:

''میفر مودند سالک را در ابتدای سلوک بمطالعۂ کتب یقینی وتحصیلِ علوم
دینی بقدر اشتغال باید زیرا کہ او در مبادی احوال از دو حال خالی نیست
.... کہ حضرت شیخ فرمودند کہ نباید کہ سالک را علی الدوام بتمام جذبہ
درر باید زیرا کہ درین صورۃ معرفت حاصل نیاید...... و نیز میفر مودند کہ
حال بمشابہ رنگیست کہ گاہ ہست و گاہ نیست اگر حاصل حال را بہرۂ از
علم باشد مقوی حال او گردد و در اوقات زوال حال درزایہ غفلت واہمان
نماند علم رادست آویز خویش گرداند۔'' (ورق،۳۸)

مطلب یہ ہے کہ مطالعۂ کتب اور تحصیلِ علم دین سالک کے لیے ضروری ہے۔ ان امور میں اس کی مشغولیت اسے فضول کاموں سے باز رکھے گی اور بے خودی و مغلوبیت کے جذبات پر بھی اس کا قابو رہے گا، کیوں کہ حصولِ معرفت اور مشاہدۂ جمال کی یہی بہتر صورت ہے۔ نیز سالک پر جو حال کی کیفیت طاری ہوتی ہے وہ اگر علم سے

آشنا ہے تو وہ قوتِ حال پر مبنی ہے اور اگر سالک علم سے بے بہرہ ہے تو اس غفلت کی وجہ سے اس کے حال کی کیفیت زوال پذیر رہتی ہے۔

صفاتِ درویش سے متعلق کہا گیا ہے کہ آٹھ صفات ایسی ہیں جن پر درویشی کی اساس ہے، یعنی کم کھانا، کم سونا، کم بولنا، لوگوں سے کم ملنا، ہمیشہ روزہ رکھنا، ہمیشہ باطہارت رہنا، ذکر وفکر میں مشغول رہنا اور مرشد سے قلبی لگاؤ رکھنا۔ پس راہِ سلوک کا ہر سالک، جو ان صفات سے متصف ہے، وہ قابلِ تحسین ومحمود ہے اور جو ان صفات سے محروم ہے وہ درویشی سے محروم ہے۔

حضرت کا درج ذیل قول ملاحظہ ہو:

''میفر مودند درویش منحصر بر این ہشت صفات است: کم خوردن، کم خفتن، کم گفتن وکم باخلق بودن و دوام صوم ودوام طہارت ونفع خواطر بذکر وارتباط قلب بمرشد پس در ذات ہر کہ این صفات موجود است اگر چہ ایمۂ دنیا است محمود است و در ہر کہ صفتہای مذکورہ معدوم است اگر چہ فقیر است از ثمرۂ فقر محروم است''۔(ورق، ۴۲)

ایک 'ثمرہ' کے تحت ذکراللہ کی اہمیت اس طرح بیان کی گئی ہے کہ تمام عبادات وطاعات میں سب سے اچھی نیکی اور عبادت تمام اوقات میں ذکر الٰہی میں مشغول رہنا ہے۔ حضرت کا ارشاد ملاحظہ ہو:

''میفر مودند بہترین عبادات ونیکوترین طاعات در جمیع احوال واوقات ذکر است ......بعدہٗ تلاوت قرآن بعد ازان سایر عبادات......الخ''۔(ورق،۳۶)

ریاضت وعبادت کے بے ثمری سے متعلق حضرت فرماتے ہیں:

''میفر مودند الا آن کہ طالبان ریاضت میکنند ونتیجۂ آن مترتب نمیشود بنا برآنست کہ دل ایشان کما ینبغی از دنیا منقطع نمی گردد واین بدان ماند کہ موشی مردہ در چاہی افتادہ باشد وجیفۂ رانا کشیدہ آب از چاہ میکشیدہ باشند ....ہمچنان اگر سالکان لوث حب دنیا از دل خارج کنند